ہمارے رسوم و قیود

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

ہمارے رسوم و قیود

ہماری اس ''سرگشتگی'' کی داستان بہت طولانی ہے۔ اسلام سادہ اور سنجیدہ اصول و تعلیمات لے کر آیا تھا مگر اس کی یہ سادگی کتنے دن قائم رہی؟

پس اتنے دن کہ جب تک پیغمبرؐ اسلام زندہ رہے، اس کے بعد گونا گوں اسباب سے یہ صاف اور سادہ تعلیمات کچھ بے نام و نمود گھروں کے اندر محدود رہے ہوں تو ہوں مگر عام طور پر اسلامی تمدن اور تہذیب پر دوسرے ممالک کی ''خسروانہ'' معاشرت کا اثر پڑا اور آج جسے ''مسلمانوں کا کلچر'' کہہ کے اس کی بقاء کو ہندوستان میں اسلام کی بقاء کا مرادف کہا جاتا ہے۔ یہ وہی پنچ میل ''کلچر'' ہے جو مختلف ممالک کی معاشرت اور تہذیب کے اثر سے ہندوستانی مسلمانوں میں پیدا ہوا ہے۔

ہندوستان کا اسلام ان مقدس ذرائع سے آیا ہوا نہیں جو براہ راست اسلام کے تعلیمات کے حامل تھے بلکہ یہ ''سیکنڈ ہنڈیڈ'' (Second Handed) اسلام ہے جس میں پہلے ہی سے وہ خلوص اور نکھار باقی نہیں رہا تھا، وہ کچھ لباس پہنے ہوئے آیا تھا اور پھر مذہبی پر امن اور سادہ تبلیغ کے ذریعہ سے نہیں بلکہ طاقت اور جبروت کے ساتھ ہندوستانی ممالک میں پھیلا تھا اس لئے یہاں کے مسلمانوں نے آنکھ کھول کر اگر ایک ہاتھ میں دیکھا قرآن، تو دوسرے ہاتھ میں دیکھی خوں آشام تلوار جس پر مذہبی روایات کے ماتحت گویا یہ اعلان بھی تحریر تھا کہ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ۔ یعنی بادشاہ اولی الامر ہیں اور ان کی اطاعت خداؑ و رسول کی اطاعت کے ہم پلّہ ہے اس لئے یہاں کے مسلمانوں کے دل میں خدا اور رسول کے ساتھ ہی ساتھ عظمت و اقتدار کا اثر بھی قائم ہوا۔

پھر آپ کو معلوم ہے کہ ہندوستان کے سلاطین عموماً ترک اور مغل خاندانوں سے تھے جن میں ان کے خاندانی عادات و رسوم کا جو ترکستان اور ایران میں مروج تھے پورے طور پر عملدرآمد ہوتا تھا ہندوستان آ کر سیاسی مصالح کے ماتحت انھیں یہاں کے ارباب اقتدار سے تعلقات قائم کرنا پڑے اور سلطان جلال الدین اکبر بادشاہ نے جو اکبر اعظم کہے جاتے ہیں، اپنے سیاسیات کے ماتحت مختلف اقوام و ملل میں شادیاں کر کے ان کی لڑکیاں لانے کی بھی ضرورت محسوس کی۔ آگرہ جایئے اور فتحپور سیکری کے شاہی محلات میں جودابائی کے محل کے ساتھ اس کا عبادت خانہ تک دیکھ لیجئے۔ ظاہر ہے کہ رسوم کا تعلق بہت زیادہ عورتوں کے ساتھ ہے شاہی محلات کے اندر ان تمام مختلف عناصر کے اجتماع سے جو بوقلموں رسوم و عادات جاری ہو سکتے ہیں ان کا اندازہ بہت

آسان ہے۔ پھر کوئی معمولی شخص ہو تو اس کے گھر کے تقریبات کی اطلاع بھی اس کے گھر تک محدود رہ سکتی ہے مگر بادشاہ کے یہاں جو تقریب اور رسم ہو اس میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں آدمیوں کی شرکت کا امکان ہے اور لوگوں کی نگاہ میں سلاطین کے افعال قابل پیروی اور لائق اقتداء۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ جو رسم اور تقریب بادشاہ کے یہاں ہوئی، عمائد اور بڑے افراد نے اس کی پیروی کی اور اس کی اشاعت میں حصہ لیا۔ ان کے اثر سے جو ان کے وابستگان تھے انھوں نے وہی طریقے اختیار کئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ چیزیں عام طور پر مسلمانوں میں زندگی کا جزو سمجھ لی گئیں۔ ممکن ہے کہ خالص مذہبی فرائض نظر انداز ہو جائیں مگر یہ رسوم نظر انداز نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد ان رسموں کو قوت پہنچائی توہم پرستی نے۔

چونکہ توہمات ہندوستان میں ہمیشہ سے بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اگر کبھی کسی وجہ سے کوئی رسم نہ ہوئی اور اتفاق سے اسی سال کوئی حادثہ ہو گیا تو اس کا یہ سبب قرار دیا کہ چونکہ وہ رسم نہیں ادا ہوئی تھی اس لئے یہ سانحہ ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے وہ رسوم اگر صرف ترجیحی حیثیت رکھتے تھے تو اب وہ اتنے لازم سمجھے جانے لگے کہ گویا زندگی ان پر موقوف ہے؟

آخر کو وہ سادے طریقے جو اسلام نے اپنے متبعین کے لئے قرار دیئے تھے اس درجہ ان زوائد اور اضافوں میں گھر گئے کہ ان کی اصلی صورت مخفی ہو گئی۔ پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ اصلی چیز کیا تھی جو ہمارے لئے قرار دی گئی تھی۔

جس وقت سے انسان عالم وجود میں آیا (بلکہ آیا نہیں آنے کی تیاری ہوئی) اس وقت سے وہ رسوم کے شکنجہ میں کس دیا گیا اور پھر وہ قید ہستی سے آزاد ہو جائے مگر ان رواسم کے قیود سے وہ اس کے بعد بھی آزاد نہ ہوگا۔

پھر اگر یہ رسمیں بالکل خشک رسمیں ہوتی یعنی ان میں روپیہ کے صرف کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو شاید ان کی وجہ سے کچھ نقصان نہ ہوتا مگر ان میں ہر ایک رسم شاہانہ تزک واحتشام کی حامل ہے اور ہر ایک رسم کے کچھ لوازم ہیں جو روپیہ کے طالب ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مختلف تقریبات جیسے شادی، بیاہ، ختنہ اور اس سے چھوٹی باتیں کھیر چٹائی، دودھ بڑھائی وغیرہ بھی اس قدر دشوار ہو گئیں کہ جب تک کچھ سرمایہ نہ ہو ایک معمولی رسم ادا نہیں ہو سکتی۔

حالانکہ ان رسموں پر جب خیال کیا جاتا ہے تو بعض باتیں بالکل خلاف شرع ہیں اور بعض فضول، بے کار اور غلط توہمات پر مبنی ہیں اور بعض کم از کم اقتصادی حیثیت سے نقصاں رساں ہیں۔

ان رسموں کی فہرست مکمل طور پر پیش نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جو شہروں کے اعتبار سے خاندانوں کے لحاظ سے مختلف ہے بلکہ ایک ہی خاندان میں کسی گھرانے میں کوئی رسم ہے اور کسی میں کوئی اور۔ پھر جس طرح شریعتیں منسوخ ہوتی تھیں اسی طرح رسموں میں بھی تبدیلیاں ہوتی ہیں جس کو کہتے ہیں ''ریت بدلنا'' گویا جس

طرح آب و ہوا کی تبدیلی سے حفظان صحت پر اثر پڑتا ہے اسی طرح ریت بدلنے سے گھر کی خیر وسلامتی پر کوئی خاص اثر پڑے گا۔ مگر پھر بھی بعض رسموں کو اشارۃً یا تصریحاً بیان کروں گا۔

جس وقت سے کہ بچہ کی ولادت ہوئی، اس وقت سے اسلام نے خدا کا نام یاد دلانے کا انتظام کیا۔ گویا اسی وقت وہ مقصد انسان کے پیش نظر کر دیا جائے جس کے لئے وہ دنیا میں آیا ہے۔ یہ حکم دیا گیا کہ بچّے کے داہنے کان میں اذان کہو اور بائیں میں اقامت کہو۔ اس کو چاہے بچّہ سمجھے یا نہ سمجھے مگر دیکھنے والوں پر اثر ہوگا اور انھیں فرائض زندگی کی تکمیل کا احساس ہوگا مگر آپ کو معلوم ہے کہ اس موقع پر آپ کے یہاں کیا رسم ہے۔ پیپا بجانا، توا کھٹکھٹانا، ظاہر میں تو ایک معمولی بات ہے مگر دیکھئے اس سے کس ذہنیت کی تشکیل ہوتی ہے۔

زچہ خانہ کے دنوں میں چاندنی سونپی جاتی ہے۔ معلوم نہیں یہ رسم کن کن گھرانوں میں ہے۔ یہ چاندنی کا سونپنا زخم میں بھی ہوتا ہے اور شاید چیچک میں بھی۔ اس رسم کی اصل بنیاد مشرکانہ عقیدہ پر ہے۔ یہ خیال کہ چاند کا کوئی اثر ہے تو چاندنی کو سونپا جائے، دیوتاؤں کے عقیدہ پر مبنی ہے جیسے بیماریوں کی جھاڑ پھونک۔ اس کا کوئی تعلق توحید کے ساتھ نہیں ہے۔ چونکہ عوام اس پہلو سے بالکل خالی الذہن ہوتے ہیں اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جو چاندنی کو سونپے وہ کافر ہے مگر رسم کے مہمل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ بعض محتاط گھرانوں کی عورتیں اس میں یہ ترمیم کرتی ہیں کہ چاندنی سونپنے میں خدا اور رسولؐ اور ائمہ معصومینؑ کا بھی نام لے دیتی ہیں مگر اس کی وجہ سے چاندنی کو سونپنے کی تو کوئی معقول وجہ پیدا نہیں ہو سکتی۔

چیچک میں لکھنؤ سے باہر بہت سے مقامات پر تو ''بھوانی جی'' کی نیاز بھی دلائی جاتی ہے اور اسے راضی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے یہ ہرگز اسلام میں صحیح و درست نہیں ہے اور جائز نہیں ہے۔

شادی بیاہ کے معاملہ میں جب ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندو خیالات کا بہت زیادہ غلبہ ہے۔ ہندوؤں میں بہت قدیم زمانہ میں یہ رسم تھی کہ لڑکی کو جنگ کر کے بطور مال غنیمت لے جایا کرتے تھے اس رسم کے نشان آج تک ہمارے یہاں کی رسموں میں نظر آتے ہیں۔ آپ دیکھئے کہ جس وقت براتی دولہا کے گھر جاتے ہیں تو جب تک عقد نہ ہو جائے ان کے ساتھ مخالفانہ طرز عمل اختیار کیا جاتا ہے کچھ کھانا پانی یہاں تک کہ پان بھی انھیں نہیں دیا جائے گا جب تک کہ عقد نہ ہو جائے۔ یہ کیا ہے؟ یہی کہ اب تک گویا یہ ایک فریق ہے اور وہ دوسرا فریق ہے۔ جب جنگ فتح ہو جائے گی تب دونوں ایک ہوں گے۔

پھر دولہا کو گھوڑے پر بٹھانے کی رسم۔ چاہے اس کو بیٹھنا آتا نہ ہو۔ دو دو آدمی ادھر اُدھر سے پکڑے رہیں مگر گھوڑے پر ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے تو کہ جنگ ہے اور اس میں شہسواری کی ضرورت ہے۔ اکثر سر کے اوپر کھنچی ہوئی تلواروں کا سایہ بھی ہوتا ہے۔ اس کا پورا مظاہرہ چوتھی کی رسم میں ہوتا ہے۔ ایک فریق ایک طرف دوسرا فریق دوسری

طرف۔ وہ دولہا والے یہ دُلہن والے۔ ایک دوسرے پر حملے ہو رہے ہیں اور وار جاری ہیں۔ کسی زمانہ میں تیر تیر نیزہ وشمشیر ہوتے تھے۔ آج مولی، گاجر، امرود، سیب وغیرہ ہیں چاہے چوٹ چپیٹ آئے چاہے تکلیف ہو مگر کوئی پرواہ نہیں کیونکہ یہ تو لڑائی ہے اور لڑائی میں لڈو پیڑے نہیں بٹتے ہیں۔

شادی کا لباس جو دولہا کو پہنچایا جاتا ہے اسے دیکھئے۔ آپکو معلوم ہوگا کہ اسے ہماری عام معاشرت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر وہ کوئی خوبصورت اور دلکش لباس بھی نہیں ہے بلکہ وہ تو بجائے آراستہ کرنے کے صورت کو بگاڑ دیتا ہے مگر یہ لباس ہمارے یہاں بالکل ہندوؤں کی مماثلت میں جاری ہے۔

کنگنا اور سہرا شادی کے ایسے لوازم ہیں جو جدا نہیں ہوسکتے۔ سہرا کسی حد تک دولہا کے چہرے پر اچھا معلوم ہوتا ہے۔ پھولوں کا ہے تو اس کی خوشبو بھی کیف آور ہوسکتی ہے مگر کنگنے کا کیا کہئے گا۔

پھر یہ دیکھئے کہ یوں تو لباس ہر ایک کا جداگانہ ہے۔ کوئی شیروانی پہنتا ہے، کوئی انگرکھا، کوئی اچکن، مگر شادی کا خلعت سب کا متحد ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ لباس کی یہ رسم کسی خاص اثر کے ماتحت قائم اور جاری ہوئی ہے۔ اور وہ کچھ نہیں ہوسکتا سوائے شاہی جلال وجبروت کے اثر کے جس کی تشریح میں پہلے کر چکا ہوں۔

بعض رسمیں ایسی ہیں جن سے بعض اوقات بڑی تکلیف ہوتی ہے جیسے لڑکی کو مانجھے بٹھایا جانا۔ یعنی جب کچھ دن عقد کے رہ جائیں گے تو کچھ مخصوص آداب وشرائط کے ساتھ وہ ایک کوٹھری کے اندر بٹھلا دی جائے گی۔ اس کے بعد اسے کپڑے بدلنے کی اجازت نہیں روزانہ اس کے جسم پر بٹنا ملا جائے گا اور اس کی مرمت ہوتی رہے گی یہاں تک کہ عقد کی تاریخ آئے۔ اب اگر اتفاق سے عقد کی تاریخ ٹل گئی اور کچھ روز بعد مقرر ہوئی تو جس وقت تک عقد نہ ہوا اس وقت تک اسی طرح سے کوٹھری میں بیٹھی رہنا چاہئے۔ عقد کے بغیر مانجھے سے اُٹھانا لڑکی کا ایک بڑی قیامت کی بات ہے جسے مشکل سے گوارا کیا جاتا ہے۔ اس مانجھے بٹھانے اور روز بٹنا ملے جانے کے بغیر کہا جاتا ہے ''چہرہ پر نور نہ آئے گا''

اب آپ دیکھئے کہ اس دوران میں ممکن ہے فرائض شرعی کے ماتحت اس لڑکی کے لئے نہانا ضروری ہو مگر کیا رسم کی لازمی پابندی کے مقابلہ میں فریضۂ مذہبی کا کوئی خیال کیا جائے گا؟

بری، سانچق، ایک ہی طرح کی چیزیں ہیں۔ اصطلاح مختلف ہے کہیں سانچق کہی جاتی ہے اور کہیں بری۔ اس کی شکلیں بھی جداگانہ ہیں۔ مٹکیاں، ان پر سُرخ شالباف منڈی ہوئی، ان میں مچھلیاں ٹنگی ہوئی آخر اس شکل وصورت کی کوئی معقول وجہ ہوسکتی ہے؟ ہاں سفر کے وقت بھی ''دہی مچھلی'' کہنا مبارک سمجھا جاتا ہے یہاں بھی مچھلیوں کی شکل اور مٹکی کے اندر دہی۔ ممکن ہے اس مناسبت سے ہو کہ لڑکی کا ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف سفر ہے۔

بعض اصحاب نے بیان کیا کہ ''مچھلی'' ہندوؤں کا قومی نشان ہے پھر تو مسلمانوں کی شادیوں میں اس رسم کی

بنیاد سوائے ہندوانہ ذہنیت کی تاثیر کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔

اب آئی اصل عقد کی منزل جس کا ذریعہ ہے ایجاب وقبول۔ اس میں مہر شریعت کی طرف سے ضروری قرار دیا گیا ہے مگر ہمارے یہاں مہر اس شرعی اصول پر باقی نہیں رہا جو اس کے قرار دیئے جانے کا منشا تھا مہر حقیقۃً ایک مطالبہ تھا جو عورت کی طرف سے مرد کے ذمہ واجب الادا ہے مگر ہمارے رسم ورواج کی عملداری میں مہر صرف ایک نام کی چیز یا دکھاوے کی بات یا شان واقتدار کے ظاہر کرنے کا لفظی ذریعہ رہ گیا ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی اصلیت باقی نہیں رہی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک وہ شخص جس کی کوئی حیثیت بھی نہیں۔ جس وقت شادی کرنے پر آمادہ ہوتا ہے اور محفل عقد میں دولہا کی حیثیت سے مسند پر جلوہ گر ہوتا ہے، تو اس کے سامنے دس لاکھ یا کم از کم پچاس ہزار روپیہ مہر پیش کیا جاتا ہے اور وہ اقراری طور پر اس طرح سر ہلا دیتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے اس کے صندوق میں اتنا روپیہ اس وقت موجود ہے حالانکہ اگر اس شخص سے کہا جائے کہ وہ کسی شخص کے نام اتنی رقم کا پرونوٹ لکھ دے تو وہ تیار نہ ہوگا اور کہے گا کہ میں اتنی رقم ادا کہاں کرسکتا ہوں مگر مہر میں اس کو کوئی عذر نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ مہر کو واجب الادا نہیں سمجھتا۔ ایک لفظی بات ہے ''لاؤ بھائی پچاس ہزار نہیں، پچاس لاکھ سہی''، میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اس شخص سے بلکہ اس محفل عقد کے بیٹھنے والوں سے پوچھا جائے کہ پچاس ہزار روپیہ کتنا ہوتا ہے یعنی رکھا جائے تو اس کے لئے کتنی جگہ کافی ہوگی (پچاس لاکھ کا ذکر نہیں) تو کوئی اس کا تصور بھی نہ کرسکے گا اس لئے کہ اس نے کوئی مقدار ایسی بھی نہیں دیکھی ہے جو پچاس ہزار سے قریبی تناسب رکھتی ہو۔ مگر عالم الفاظ میں پچاس ہزار دینے کے لئے بخوشی آمادہ ہوجائیں گے۔ یہ مہر قرار پا گیا۔ اس کے بعد؟ ابھی تو شادی ہورہی تھی۔ اس کے بعد چوتھی چالے اور خدا جانے کیا کیا۔ چاند مقرر ہیں کہ یہ چاند یہاں دیکھا جائے اور یہ وہاں۔ اس کے تفاصیل بہت طولانی ہیں۔ اب اگر اولاد کی نوبت آئی تو پھر نہ پوچھئے۔ جو مہینہ گزرتا ہے اپنے ساتھ ایک خاص رسم لاتا ہے۔ یہاں تک تو زندگی کی رسموں کا ذکر تھا۔ انتہا ہے کہ خدانخواستہ دنیا سے کوئی اُٹھ جائے تو اس کے بعد بھی مراسم کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا جس کے لحاظ سے میں کہتا ہوں کہ جینا تو جینا مرنا بھی دشوار ہوگیا ہے۔ کتنا برا منظر ہوتا ہے جب جنازے کے رکھے ہونے کی حالت ہی میں شہدے غل مچانا شروع کرتے ہیں ان کی آوازیں شادی کے وقت شاید اچھی معلوم ہوتی ہوں مگر غمی کے موقع پر تو ان کی آوازیں انتہائی مکروہ معلوم ہوتی ہیں۔

یہ تمام مراسم عام طور سے زندگی وموت کو جزو بن گئے ہیں۔ کیا انھیں باقی رہنا چاہئے؟

یہاں پر اکثر حضرات شرع کا سوال بھی اُٹھاتے ہیں کہ کیا رسمیں شرعاً ناجائز ہیں؟

میں کہوں گا کہ بے شک ان رسموں میں بعض شرعاً ناجائز ہیں۔ دیکھئے یہ رسم ہے کہ دولہا کے مہندی جو لگاتی ہیں وہ بہنیں ہوتی ہیں اگر یہ حقیقی بہنیں ہوں تو خیر، لیکن رشتے کی

بہنیں ان کا ہاتھ جسم سے مس ہونا شرعاً ناجائز ہے۔

پردہ کے باب میں یہ رسم ہی غلط طور پر قرار پائی ہے کہ کچھ خاص طرح کے عزیز پردہ سے مستثنیٰ سمجھ لئے گئے ہیں شرع نے قرابت کے حدود مقرر کردیئے تھے۔ چچا ماموں بھائی باپ وغیرہ۔ ہم نے ہر ایک کے مفہوم میں وسعت پیدا کرلی، ہمارے یہاں ان میں سے ہر ایک میں ''ہیں'' اور ''ہوتے ہیں'' کی تفریق پیدا ہوئی۔

کیا معنی؟ کہ ایک آدمی کو آپ فرماتے ہیں ''بلا تکلف یہ ہمارے بھائی ہیں'' میں اگر ذرا حقیقت طلبی کے لہجہ میں سوال کرلوں ''آپ کے بھائی ہیں؟'' تو آپ فرما دیں گے ''جی ہاں بھائی ہوتے ہیں'' اس ''ہوتے'' کے معنی یہ ہیں کہ ''ہیں'' نہیں۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ میرے باپ یا ماں کی اولاد یں نہیں ہیں مگر میرے چچا کے دودھ شریک بھائی کے مثلاً بیٹے ہیں تو ہمارے بھائی ہوئے۔

یاد رکھئے کہ جہاں تک بغیر کسی اینچ پینچ کے ''بھائی''، ''چچا'' وغیرہ ہونے کی منزل ہے وہاں تک شرع نے قرابتداری کا لحاظ کیا ہے مگر جہاں سے ''ہوتے ہیں'' کے حدود شروع ہوئے وہاں شرع نے قرابت کا اعتبار نہیں کیا ہے۔

چچازاد بھائی، بہن آپس میں ایک دوسرے کے نامحرم ہیں اسی لئے آپس میں شادی ہوسکتی ہے مگر ہمارے یہاں کی خودساختہ شرع یعنی رسم کے لحاظ سے وہ محرم قرار دیئے گئے ہیں اس لئے عورت ان تمام دور کے عزیزوں کے سامنے ہوتی ہے۔ اگرچہ اس زمانہ میں جب کہ پردہ کوئی چیز ہی نہیں سمجھا جارہا ہے اور بڑے بڑے اونچے خاندانوں میں بالکل اٹھایا جارہا ہے۔

میرے اس بیان پر مضحکہ کیا جائے گا مگر مجھے تو یہاں اُن لوگوں سے مطلب ہے جو پابندی شریعت کا دعویٰ کرتے ہیں اور جہاں پردہ باقی سمجھا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ پردہ نہیں ہے جس کو شرع نے لازم قرار دیا ہے۔ اب دیکھئے کہ دولہا کے جب مہندی لگانے میں حقیقی بہنوں کے علاوہ دوسری طرح کی بہنوں کا بھی ہاتھ لگا تو یہ خلاف شرع ہوا یا نہیں۔

اسی طرح میں نے سنا ہے کہ جس وقت دولہا کا عقد ہوچکتا ہے اور وہ سلام کرنے کے لئے گھر کے اندر جاتا ہے تو اس وقت پردہ کا کوئی سوال نہیں ہوتا سب عورتیں سامنے ہوتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ عقد تو ایک کے ساتھ ہوا مگر محرم سب ہوگئیں۔

مانجھے کے سلسلہ میں کہہ چکا ہوں کہ وہ لڑکی جو مانجھے میں بیٹھتی ہے اس کو کپڑے بدلنا، نہانا سب ممنوع ہے۔ کیا اس کا بعض صورتوں میں شرعی احکام وفرائض کے ساتھ تصادم نہیں ہوتا۔

بعض رسمیں ایسی ہیں کہ ان کے متعلق اگر آپ علماء سے دریافت کیجئے تو وہ ناجائز نہ کہیں گے۔ جیسے کنگنا، سہرا وغیرہ۔ کنگنا کیا چیز ہے۔ گول شکل کا ایک لٹو۔ اس کو ہاتھ میں ہروقت کوئی باندھے رہے تو کیا ہے۔ مگر ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی پابندی سے ہماری جس زندگی کی تشکیل ہوتی ہے وہ ہماری فنا کی تمہید ہے۔　　**(باقی آئندہ)**